مقالہ نگار: طاہر محمود ڈار
Name: Tahir Mehmood Dar

نگراں: پروفیسر وہاج الدین علوی
Supervisor: Prof wahajuddin Alvi

عنوان: اردو افسانے پر مختلف تحریکات اور رجحانات کا اثر
Title: Urdu Afsane par Mukhtalif Tahreekat aur Rujhaanat ka Asar

شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ
Dept of Urdu, Jamia Milia Islamia

تلخیص

بیسویں صدی پوری دنیا میں بڑے انقلابات کی صدی ہے۔اس صدی میں جدید علوم ونظریات، نئے سائنسی انکشافات اور تحقیقات نے ہر شعبۂ زندگی اور ہر مکتبۂ فکر کو متاثر کیا،سائنس وفلسفہ،سیاسیات و معاشیات،لسانیات و بشریات ،نفسیات ،تاریخ ، عمرانیات اور دیگر فنون لطیفہ کے شعبوں میں سامنے آنے والے نظریات نے ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔کچھ ان اثرات کے نتیجے میں اور بعض دیگر سیاسی وسماجی وجوہات کی بنا پر عالمی ادب پر مختلف تحریکوں اور رجحانات نے جنم لیا جن میں اکثر کے اثرات اردو ادب پر بھی پڑ گئے اور ادب کی تمام اصناف کو متاثر کیا۔چونکہ اردو افسانہ بیسویں صدی کی صنف ہے اس لیے افسانے نے شروع ہی سے نئے علوم ونظریات اور تحریکات کا گہرا اثر لیا۔یہ سب پہلو تاریخ کے نقطہ نظر سے بھی اور ادبی لحاظ سے بھی اہم ہیں اور موجودہ دور کی بین العلومی (Interdisciplinary) تحقیق کا جواز بھی فراہم کرتے ہیں۔

اردو افسانے کے ابتدائی دور میں افسانہ نگاروں نے روسی ،فرانسیسی ،ترکی اور انگریزی افسانوی ادب سے استفادہ کرکے نہ صرف طبع زاد افسانے لکھے بلکہ مغربی کہانیوں کے چنندہ افسانوں کا ترجمہ پیش کرکے اس نئی صنف کو فنی ،موضوعاتی ،تکنیکی اور اسلوبیاتی اعتبار سے ایک مقام عطا کیا۔یہ اردو افسانے کا ابتدائی دور تھا۔اس میں دو واضح رجحان، حقیقت نگاری کا رجحان اور رومانوی رجحان اہمیت کے حامل ہے۔1932ء میں دس کہانیوں کا مجموعہ ’’انگارے‘‘ شائع ہوا۔اس کتاب نے اردو افسانے میں ایک نئی راہ کی بنیاد ڈالی اور یہی مجموعہ ترقی پسند تحریک کا نقش اول ثابت ہوا۔اس مجموعے کے مصنفین اور ترقی پسند مصنفین مغربی تعلیم اور افکار ونظریات سے آگاہ تھے اس لئے انھوں نے کارل مارکس کے نظریے کو بنیاد بنا کر اردو افسانہ نگاروں کو ماضی پرستی، رجعت پسندی، سرمایہ داری، استحصالی نظام اور غلامی کے خلاف قلمی جہاد کرنے کی تلقین کی ۔اس طرح ترقی پسند افسانہ نے سماجی بربری اور اقتصادی مساوات کو اپنا مسلک بنایا اور محنت کش مزدور، کسان اور نچلے پس ماندہ طبقہ اور ان کے حقوق کی بازیافت کے لیے افسانے تخلیق کیے۔فرقہ پرستی ،نسلی تعصّب اور انسانی استحصال کی مخالفت ،مظلوموں کی حمایت ، مذہب ،جنس ،جنگ اور سماج کے بارے میں رجعت پرستی کی روک تھام اور توہم پرستی کے بجائے عمل پیہم اور قوت وحرکت جیسے امور انجمن ترقی پسند مصنفین کے مینی فیسٹو میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں اور انہی امور پر ترقی پسند تحریک کی بنیاد ہے۔اس نظریے کے تحت حقیقت نگاری میں کئی طرح کے رجحانات سامنے آئے جن میں سماجی حقیقت

نگاری، انقلابی حقیقت نگاری اور بے باک حقیقت نگاری اہمیت کے حامل ہے۔اس دور کی کہانیوں میں زیادہ زور موضوع پر رہا اور ہئیت ثانوی حیثیت اختیار کرگئی۔اس کے نتیجے میں معیاری اور کم معیاری کا ایک وافر افسانوی سرمایہ جمع ہوا۔

1947ء میں تقسیم ہند کا تاریخی واقعہ رونما ہوا جس کی وجہ سے نہ صرف ملک دو حصوں میں تقسیم ہوگیا بلکہ ہندوستان کی صدیوں سے چلی آرہی مشترکہ تہذیب بھی بکھر گئی۔فرقہ وارانہ فسادات کے نتیجے میں مذہب کے نام پر لاکھوں معصوم اور بے گناہ لوگوں کا خون ناحق اور ظلم و بربریت میں ہزاروں عورتوں اور لڑکیوں کی عزت پامال ہوگئی۔بڑے پیمانے پر لوگوں کو اپنے آبائی وطن سے ہجرت کرنی پڑی۔اردو افسانے نے تقسیم کے مسائل کو بڑی فن کاری سے پیش کیا جس میں فرقہ وارانہ فسادات، ہجرت کا کرب، شناخت کا مسئلہ، مشترکہ تہذیب و کلچر کے بکھر جانے اور اپنے جڑوں سے کٹنے کا المیہ اور مہاجرین کے مسائل بہت اہم ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں ایک نئے رجحان کا آغاز ہوا، جسے جدیدیت کے نام سے جانا جاتا ہے۔جدیدیت پسند افسانہ نگاروں نے اپنی شناخت قائم کرنے کے لیے اپنے پیش رو افسانہ نگاروں سے مکمل طور پر انحراف کیا اور کرکیگارڈ اور پال سارتر کے نظریۂ وجودیت سے متاثر ہوکر عام انسان کی محرومیوں اور مایوسیوں، ذات کے ادراک اور فردیت کے اثبات اور انسانی زندگی کی بے معنویت اور لاحاصلیت کی عکاسی کی۔ان جدیدیوں نے مروجہ روایات اور اسلوب، سماجی حقیقت نگاری، سستی رومانیت، خیالی دنیا اور نظریاتی وابستگی سے بغاوت کی اور علامتی و تجریدی، داستانوی، اساطیری اور تمثیلی انداز بیان کے ذریعے افسانے کو نیا رنگ و آہنگ اور نیا پیراہن عطا کیا۔اس نئے طرز اظہار اور نئے اسلوب نے افسانے کے اکہرے پن نجات دلائی اور جملوں کی روایتی ساخت کو توڑنے کے ساتھ کردار کے غائب حصے کو بھی سامنے لانے کی سعی کی۔اس دور کی کہانیوں میں کرداروں کی جگہ پرچھائیاں نمایاں ہیں اور اکثر و بیشتر کرداروں کا کوئی نام نہیں۔جدیدیت کے ایک مختصر علامتی دور کے بعد اردو افسانے میں بیانیہ اور کردار نگاری کی واپسی کا ایک مکالمہ شروع ہوا جس کے واضح اثرات 1980ء کے بعد سامنے آئے۔مابعد جدیدیت کی اصطلاح اسی مکالمہ کا نتیجہ ہے۔مابعد جدیدیت کا اطلاق زندگی کے مختلف شعبوں اور علوم وفنون لطیفہ پر ہوا۔اس دور کے افسانہ نگار فارمولہ سازی نظریوں کی مطلقیت اور ادعائیت نیز کسی بھی قسم کے دیے گئے منصوبہ بند پروگرام کے خلاف ہے۔انھوں نے انتہا پسندانہ رویوں سے شعوری طور پر گریز کیا اور اعتدال و توازن کا راستہ اپنا کر اردو افسانے کی پوری روایت کے مثبت پہلوؤں کو ازسرنو دریافت کیا۔یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور کے افسانوں میں پلاٹ، کردار نگاری، واقعہ نگاری بھی ہے اور سماجی مسائل کی عکاسی بھی۔ان کے یہاں داخلیت کے ساتھ ساتھ خارجیت بھی ہے اور وجودی عناصر کی ترجمانی بھی۔ان کی کہانیوں میں ماجرا گوئی و بیانیہ بھی ہے اور علامتوں کا استعمال بھی۔غرض اس دور کے افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوی ادب کی پوری تاریخ کے منفی عناصر کو پس پشت ڈال کے صرف مثبت پہلوؤں کو قبول کیا اور کسی مخصوص نظریے میں قید ہونے کے بجائے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑا۔اسی آزادانہ تخلیقی روش کی بدولت اردو افسانے میں متنوع موضوعات اور اسالیب ایک ساتھ درآئے۔اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ دور کا اردو افسانہ موضوع اور اسلوب دونوں زاویوں سے محدود دائرے سے نکل کر ایک نئی سمت کی جانب رواں دواں ہے جس میں اردو افسانے کے روشن مستقبل کے امکانات موجود ہیں۔